علم مصطلح حدیث، تاریخ و تعارف

جناب سید عبدالماجد غوری

حدیث کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور حدیث کے معنی: ''حدیث'' کے معنی ''جدید'' کے ہیں، حدیث کے مقابلے میں جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ ''قدیم'' ہے، ''حدیث'' کو حدیث غالباً اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن قدیم ہے اور حدیث قرآن کے مقابلے میں جدید ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ''فتح الباری شرح البخاری'' میں لکھتے ہیں: ''المراد بالحديث في عُرف الشرع ما يُضاف الى النبيﷺ وكأنه أريد به مقابلة القرآن لأنه قديم ''(۱) شریعت کے عرف میں حدیث اس کو کہتے ہیں جس کی نسبت رسول اللہﷺ کی طرف کی جائے، گویا کہ اسے قرآن کے مقابلے میں حدیث کہا گیا ہے کیوں کہ قرآن قدیم ہے۔

حدیث کی اصطلاح قرآن کریم سے ماخوذ ہے، چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''إن اطلاق الحديث على ما يُضاف الى النبي مقتبس من قوله تعالى: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورۃ الضحیٰ:۱۱)(۲) جو بات نبیﷺ سے منسوب کر کے کہی جائے اس پر حدیث کا اطلاق کرنا آیت: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ سے مستعار ہے۔

نبی اکرمﷺ نے بھی اپنے کلام کو حدیث سے تعبیر فرمایا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ رسول کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپﷺ سے اس خوش نصیب انسان کے بارے میں دریافت کیا جسے قیامت کے دن آپﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی، آپﷺ نے فرمایا: ''لقد ظننت يا أبا هريرة أن لا يسئلني عن هذا الحديث أحد أول منك لما رأيت من حرصك على الحديث ''(۳) (اے ابو ہریرہ! جب میں نے حدیث کے معاملے

ریسرچ اسکالر، مرکز بحوث و تحقیق، دار ابن کثیر، دمشق۔

میں تمہاری حرص دیکھی تو مجھے خیال ہوا کہ تم سے پہلے اس حدیث کے بارے میں کوئی مجھ سے سوال نہیں کرے گا)۔

حدیث کی تعریف: محدثین کے نزدیک "حدیث" رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کا نام ہے، چنانچہ ایوب بن موسیٰ ابوالبقا نے لکھا ہے: الحديث اسم من التحديث وهو الاخبار ثم سمي به قول أو فعل أو تقرير نُسب الى النبى ﷺ (۴) حدیث تحدیث کا اسم ہے، پھر اس سے نبی اکرم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو موسوم کیا گیا۔

"قول" سے مراد رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے، مثلاً آپ نے فرمایا: إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرء ما نوى (۵) عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر انسان کو نیت ہی کے مطابق اجر ملے گا۔

"فعل" سے مراد آپ ﷺ کی وہ عملی تعلیم ہے جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو دی، آپ کی زندگی کے معمولات، عبادت کے طریقے، معاشرتی اور سماجی تعلقات، اخلاق و کردار اور رویے سب فعل میں داخل ہیں۔

"تقریر" سے مراد ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے کسی شخص نے کوئی کام کیا یا آپ کو اس کی اطلاع دی گئی اور آپ نے اس پر اپنی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ خاموش رہے، اس وقت آپ کی خاموشی رضامندی ہی سمجھی جائے گی، کیوں کہ رسول خدا سے یہ متصور نہیں کہ آپ کسی منکر کو دیکھیں اور اس کی اصلاح نہ کریں بلکہ خاموش رہیں کیوں کہ نبی کا معاملہ عام انسانوں سے مختلف ہوتا ہے، وہ کسی بھی نامناسب امر پر ضرور تنبیہ کرتا ہے۔

بعض محدثین نے "حدیث" کے معنی میں وسعت پیدا کی ہے اور حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے: "ما أُثر عن النبى عليه السلام من قول أوفعل أوتقرير أوصفة خلقية أوخلقية أوسيرة سواء كان قبل البعثة أو بعدها" (۶) جو کچھ نبی ﷺ سے منقول ہو وہ حدیث ہے، خواہ قول و فعل یا تقریر ہو یا جبلی یا اخلاقی صفات ہوں یا قبل از نبوت یا مابعد کی سیرت مبارکہ ہو۔

بعض دیگر علما نے "حدیث" کے مفہوم کو مزید وسیع کیا اور حدیث کی تعریف اس طرح کی کہ گویا وہ عہد نبی ﷺ کی ایک تاریخ ہے جس میں آنحضرت ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر و کوائف

②

بھی شامل ہیں اور اس دور کے وہ حالات بھی جن میں آپ ﷺ کی دینی اور دعوتی سرگرمیاں انجام پائیں۔ (۷)

امام بخاریؒ نے بھی اپنے مجموعہ حدیث کا نام کچھ ایسا رکھا ہے جس سے اسی وسعت کا اشارہ ملتا ہے: "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه" مگر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ "حدیث رسول" کی حیثیت محض ایک عہد زریں کی معتبر تاریخ کی نہیں ہے بلکہ شریعت اور قانون کی بھی ہے، جو انسانی زندگی کے لیے آئین اور دستور کی حیثیت رکھتی ہے، غالباً اسی بنا پر علمائے سیر اور مغازی کے طریقہ تحقیق سے محدثین کا اصول تحقیق منفرد اور ممتاز ہے۔

حدیث کی غرض وغایت: حدیث کی غرض وغایت "الاهتداء بهدى النبي ﷺ" نبی کریم ﷺ کے طریقے کا اپنانا ہے اور اخروی غرض وغایت تمام علوم دینیہ کی ایک ہی ہے، یعنی "الفوز بسعادة الدارين" یعنی دونوں جہانوں میں کامیابی۔

حدیث کی فضیلت وشرف: جہاں تک حدیث کی فضیلت وشرف کا تعلق ہے وہ کسی طویل بیان کی محتاج نہیں ہے، قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص اس علم کی فضیلت کو ثابت کرتے ہیں، یہاں ان کا استیعاب نہ مقصود ہے اور نہ ممکن ہے، ضرورت ہو تو حافظ ابن عبد البر اندلسی کی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے، نیز اس علم کی فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی بہ دولت بہ کثرت درود شریف پڑھنے کا موقع ملتا ہے جس کے فضائل بے شمار ہیں۔ (۸)

علم مصطلح حدیث، تعارف واہمیت: ائمہ حدیث نے جب تدوین حدیث شروع کی تو سب سے پہلے انہوں نے یہ کہا کہ جتنی اور جیسی کچھ احادیث ان تک جس واسطہ سے پہنچی ہیں سب کو ان واسطوں کے ساتھ جمع کرلیا اور سوائے ان روایات کے جن کے موضوع اور جعلی ہونے کا ان کو پوری طرح علم تھا، کوئی روایت انہوں نے نہیں چھوڑی، پھر انہوں نے راویوں کے احوال کی پوری طرح چھان بین کی، یہاں تک کہ اس تحقیق وتنقیح کے بعد ان کو یہ معرفت حاصل ہوگئی کہ کس کی روایت قبول کی جانی چاہیے اور کس کی رد کردیے جانے کے لائق ہے اور کس کی روایت قبول

کرنے میں توقف کرنا مناسب ہے، اس کے بعد انہوں نے روایت شدہ حدیث کے مضمون اور نفس روایت کی نوعیت میں غور وفکر کیا، کیوں کہ ہر وہ شخص جو عدالت وضبط سے متصف ہو، ضروری نہیں کہ اس کی روایت لازماً قبول کرلی جائے، اس لیے کہ وہ بہرحال انسان ہے اور انسان کو کبھی سہو ونسیان اور وہم بھی ہو جاتا ہے اور روایت کے نفس مضمون کو پرکھنے کے لیے وہ کئی اصول و ضوابط سے کام لیتے ہیں جو اصول حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں، اس طرح ان کا مقصود حاصل ہوگیا کہ حتی الوسع، امکانی حد تک ہر اس حدیث کے درجہ کی معرفت انہیں حاصل ہو جائے جو ان تک پہنچی ہے اور رواۃ و روایت اور مروی کے احوال وکوائف میں غور وخوض اور بحث ونظر کے سبب انہیں یہ ضرورت لاحق ہوئی ہے کہ وہ ایسے اصطلاحی اسما وضع کریں جو کہ بحث ونظر کے دوران سہولت کی خاطر استعمال کرسکیں اور جو ان کے درمیان متداول بھی ہوں، جیسا کہ دوسرے فنون میں بحث وکلام کے لیے اصطلاحات مقرر ہیں، پھر ان کے بعد والوں نے ان کی مقرر کردہ اصطلاحات کی بنیاد پر ایک مستقل علم کی عمارت کھڑی کی، جس کا نام انہوں نے ''مصطلح حدیث'' رکھا جو ایک ایسا علم ہے جس سے حدیث کے کسی طالب علم کو مفر نہیں، کیوں کہ یہ فن علم حدیث کا دروازہ ہے اور بعض لوگوں نے اس کا نام ''علم درایۃ الحدیث'' رکھا ہے اور اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ ایسے قوانین کے جاننے کا نام ہے جن سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے کہ روایت صحیح ہے یا حسن یا ضعیف، مرفوع ہے یا موقوف یا مقطوع، سند عالی ہے یا نازل اور تحمل وادا کی کیا کیفیت ہے اور یہ کہ رجال سند کی صفات کیا ہیں اور اسی قسم کی دوسری معلومات۔ (۹)

اصول حدیث کے مباحث: علامہ ابن اثیرؒ ''جامع الاصول'' میں لکھتے ہیں:

''علوم شریعت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس کا حاصل کرنا فرض ہے اور دوسری وہ جس کا حاصل کرنا نفل ہے، پھر فرض کی دو قسمیں ہیں، فرض عین اور فرض کفایہ اور فرض کفایہ کے سلسلے میں اولیت رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور آثار صحابہ کو حاصل ہے، جن کا ادلۂ احکام میں دوسرا درجہ ہے (یعنی اسلامی قانون کا وہ دوسرا ماخذ ہے) اور اس کے کچھ اصول ہیں، کچھ احکام وقواعد ہیں اور چند اصطلاحات ہیں جن کو علما نے بیان کیا ہے اور محدثین وفقہا نے ان کی تشریحات کی ہیں جن کی معرفت اور جن سے واقفیت حاصل کرنا حدیث کے طلبا کے لیے لازمی ہے، البتہ ان سے

(۶)

پہلے حدیث کے طالب علم کے لیے لغت اور قواعد کا علم حاصل کرنا ضروری ہے جو حدیث وغیرہ کی معرفت کے لیے اساسی حیثیت رکھتے ہیں، کیوں کہ شریعت مطہرہ عرب کی زبان میں نازل ہوئی ہے، پھر لغت وقواعد کے بعد ان چیزوں کا جاننا جو اس علم (علم مصطلح الحدیث یا اصول حدیث) کے دامن میں پھیلی ہوئی ہیں، مثلاً:

۱-لوگوں کے اسما، ان کے نسب، ان کی عمریں اور ان کی تاریخ وفات۔ ۲-راویوں کی صفات وشرائط، جن کی بنا پر ان کی روایتیں قبول کی جاتی ہیں۔ ۳-راویوں کے اخذ حدیث کی کیفیت۔ ۴-طرق حدیث وسند کی تقسیمات۔ ۵-اگر روایت باللفظ ہے تو کیا راوی نے ٹھیک ٹھیک اس کو اسی طرح ادا کیا ہے یا نہیں، جیسا کہ اس نے سنا تھا۔ ۶-اتصال سند اور اس کے مراتب۔ ۷-روایت بالمعنی جائز ہے یا نہیں، جائز ہے تو کن کن شرائط کے ساتھ۔ ۸-روایت مکمل ہے یا نامکمل، اصل حدیث میں اگر کوئی اضافہ ہے تو راوی ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ ۹-مسند اور اس کے شرائط۔ ۱۰-سند عالی وسند نازل۔ ۱۱-مرسل، منقطع، موقوف اور معضل وغیرہ اور ان کے قبول ورد کرنے کے باب میں لوگوں کے اختلاف۔ ۱۲-جرح و تعدیل اور ان کے جواز ووقوع کے دلائل اور مجروحین کے طبقات۔ ۱۳-صحیح وغیر صحیح اور غریب وحسن وغیرہ۔ ۱۴-اخبار متواترہ، اخبار آحاد، ناسخ ومنسوخ۔

یہ اور اس قبیل کی بہت سے دوسری معلومات ہیں جو اس فن کی بہ دولت حاصل ہوتی ہیں، لہٰذا جو ان کو ذہن نشین کرے اور ان میں عبور حاصل کرے، وہی اس علم حدیث کے گھر میں اس کے دروازے سے داخل ہوسکتا ہے اور جس میں جتنا نقص رہے گا اور اس فن کے مباحث و مسائل کی جس شاخ سے جتنا ناواقف رہے گا، اسی مناسبت سے اس کا درجہ کم ہوگا اور اس کا رتبہ گھٹے گا۔(۱۰)

یہی وجہ ہے کہ حافظ عراقیؒ اپنی ''شرح الفیہ'' کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

''علم حدیث ایک بلند پایہ علم ہے اور اس کے فوائد بے پایاں ہیں، اکثر احکام کا اس پر دار ومدار ہے اور اسی سے حلال وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے لیکن حدیث کا وہی طالب علم اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جو ائمہ حدیث کی مقرر کردہ اصطلاحات کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشیں

⑤

کر لے''۔(۱۱)

اس علم کا مقام اور اس کی اہمیت: حاصل کلام یہ ہے کہ ''علم مصطلح الحدیث'' آثار و اخبار میں وارد شدہ باتوں کے لیے میزان کی حیثیت رکھتا ہے، اسی سے صحیح و سقیم، ضعیف و قوی اور مقبول و مردود کا علم ہوتا ہے اور ان ہی پر یہ حکم مرتب ہوتا ہے کہ مقبول روایت اختیار کی جائے (جس پر عمل لازمی ہے) اور مردود روایت ترک کردی جائے، نیز اس سے حلال و حرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور فرض و مسنون کا فرق معلوم ہوتا ہے، ورنہ اگر یہ میزان نہ ہوتی تو صحیح و سقیم اور حق و باطل کے درمیان تمیز انتہائی دشوار ہوتی اور ہم گم راہی کے جنگل میں حیران اور جہالت کے بیابانوں میں سرگرداں رہتے لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنی شریعت اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کی حفاظت منظور تھی، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب مبین کی حفاظت کی، چنانچہ اس نے ایسے افراد پیدا کیے جنھوں نے اس (شریعت) کے راستوں کو منور کیا اور اس کے طریقے کو واضح اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کردیا۔

اس علم کی اہمیت اور اپنے قول کی وضاحت کے بیان کے لیے یہاں اس کے مسائل میں سے بہ طور نمونہ ایک چیز پیش کی جاتی ہے۔

امام نوویؒ ''تقریب'' اور اما سیوطیؒ اس کی شرح ''تدریب الراوی'' (۱۲) میں سلسلہ اسناد میں جس قسم کی باتوں کا جاننا ضروری ہے، ان میں سے ساٹھویں قسم یہ بتاتے ہیں کہ:

''راویوں کی تاریخ پیدائش کا علم اور ان کے سماع روایت کا ثبوت اور یہ کہ وہ فلاں شہر میں آئے تھے یا نہیں اور ان کی وفات کس سنہ میں ہوئی''، پھر سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''یہ ایک بڑا اہم علم ہے، جس سے حدیث کا متصل اور اس کا منقطع ہونا معلوم ہوتا ہے، بالخصوص جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ ہیں جنھوں نے بعض لوگوں سے روایت کی ہے لیکن اس علم کی اس شاخ (ساٹھویں قسم) نے ان کا بھانڈا پھوڑ دیا اور ظاہر ہوا کہ انھوں نے ان سے روایت کا دعوا ان کی وفات کے کئی سال بعد کیا، مثلاً اسماعیل بن عیاش نے ایک شخص سے امتحاناً سوال کیا کہ کس سنہ میں تم نے خالد بن معدان سے سن کر روایت لکھی ہے؟ تو اس نے جواب دیا ۱۱۳ھ میں، تو اسماعیل بن عیاش نے کہا کہ خوب! مطلب یہ ہوا کہ تم نے ان کی وفات کے سات سال بعد ان سے سنا ہے؟ کیوں کہ ان کا انتقال ۱۰۶ھ میں ہوگیا تھا (اور بعض ۱۰۵ھ کہتے ہیں

اور بعض ۱۰۴ھ اور بعض ۱۰۳ھ اور بعض نے ۱۰۸ھ کہا ہے)''۔

اسی طرح کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حاکم نیساپوریؒ نے محمد بن حاتم کشی سے ان کی ولادت کے بارے میں پوچھا، جب کہ انہوں نے عبد (الحمید) بن حمید سے ایک روایت بیان کی، تو انہوں نے اپنی ولادت کا سال ۲۶۰ھ بتایا، اس پر حاکم نے کہا کہ انہیں دیکھیے، انہوں نے عبد ابن حمید سے ان کی وفات کے تیرہ سال بعد سنا ہے!

یہی وجہ ہے کہ قاضی حفص بن غیاث کہا کرتے تھے کہ جب تمہیں کسی راوی کے بابت شبہہ ہو تو سن اور سال کے ذریعہ حساب کرو، یعنی اس کی عمر اور جس راوی کے واسطہ سے اس نے روایت کی اس راوی کی عمر کو سامنے رکھو۔

سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''جب راویوں نے دروغ گوئی سے کام لینا شروع کیا تو ہم نے ان کے لیے تاریخ کا استعمال شروع کیا اور حسان بن یزید کہا کرتے تھے کہ ہم نے جھوٹوں کی گرفت کے لیے تاریخ جیسی مددگار چیز پائی کہ ہم راوی سے پوچھتے ہیں کہ تم کب پیدا ہوئے، پھر جب وہ اپنی پیدائش کا سنہ ٹھیک ٹھیک بتا دیتا ہے تو ہم اس کے سچ جھوٹ کا اندازہ کر لیتے ہیں''۔

ابوعبداللہ الحمیدی کا قول ہے کہ ''علوم الحدیث میں سب سے مقدم تین امور میں مشق و مہارت نہایت ہی اہم ہے، علل اور موتلف ومختلف اور شیوخ کی تاریخ وفات''۔(۱۳)

آپ نے دیکھا کہ راویتوں کے نقادوں اور ان کی تنقیحات میں لگے رہنے والے محدثین عظام نے راوی کے صدق وکذب کا حال کس طرح ولادت ووفات کی تاریخوں کے ذریعے معلوم کیا، اس علم کی یہی اہمیت وضرورت اور افادیت ہے جس کی بنا پر ائمہ حدیث نے اس کی جانب خاص توجہ مبذول کی ہے اور اس فن کی روایتوں کے کھرے کھوٹے کو پرکھنے کے لیے ایک عمدہ کسوٹی بنا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

علم حدیث کی قسمیں: علامہ ابن الاکفانیؒ نے ''إرشاد المقاصد'' میں لکھا ہے کہ علم حدیث کی ابتداًء دو قسمیں ہیں: علم روایۃ الحدیث وعلم درایۃ الحدیث، مندرجہ ذیل سطور میں اس کی مختصر تعریف یوں ہے:

۱۔علم روایۃ الحدیث: علم روایۃ الحدیث کی تعریف یہ ہے کہ: ''هو علم ينقل أقوال النبي عليه السلام وأفعاله وأحواله بالسماع المتصل وضبطها وتحريرها'' یہ ایسا علم ہے جو نبی اکرم ﷺ کے افعال واحوال کو راست سماعت اور اس کو ضبط وتحریر کے ساتھ نقل کرتا ہے۔

۲۔علم درایۃ الحدیث: اور علم درایۃ الحدیث کی تعریف یہ ہے کہ: ''هو علم يتعرف به أنواع الرواية وأحكامها وشروط الرواة وأصناف المرويات واستخراج معانيها'' یہ ایسا علم ہے جس سے روایت کی انواع اور اس کے احکام، رواۃ کے شرائط، مرویات کے اقسام اور اس کے معانی کے استخراج کا علم ہوتا ہے۔

لہٰذا کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ وہ فلاں سند سے فلاں الفاظ کے ساتھ مروی ہے، یہ ''علم روایۃ الحدیث'' ہے اور اس کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ خبر واحد ہے یا مشہور، صحیح ہے یا ضعیف، متصل ہے کہ منقطع، اس کے رجال ثقہ ہیں یا غیر ثقہ، نیز اس حدیث سے کیا کیا احکام مستنبط ہوتے ہیں اور کوئی تعارض تو نہیں ہے، اگر ہے تو کیوں کر رفع کیا جا سکتا ہے، یہ سب باتیں ''علم درایۃ الحدیث'' سے متعلق ہیں۔

علم مصطلح حدیث کی نشوونما اور اس کی تدریجی ترقی: ''علم مصطلح حدیث'' کا آغاز عہد صحابہ میں روایت حدیث کی نشوونما کے ساتھ ہوا، صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم ﷺ کی احادیث کی نقل وروایت کے وقت ان اصول وقواعد کو ملحوظ رکھا اور انہوں نے منہج قرآن پر مبنی اس کے حسب ذیل اصول مرتب کیے، جیسے جھوٹ کو حرام قرار دینا، فاسق کی خبر کو رد کر دینا، راوی کی روایت کو قبول کرنے کے لیے عدالت کی شرط، جھوٹی خبر کو نقل کرنے کی حرمت اور ہر مسئلہ کی حقیقت معلوم کرنا۔

حدیث کو روایت کرنے میں صحابہ کرام نے نہایت احتیاط سے کام لیا، اس کی صحت کی چھان بین کی، اس کے قواعد ونصوص پر روایتوں کو پرکھا۔

صحابہ کرام اور ان کے بعد کبار تابعین اخذ حدیث اور ادائے حدیث کے وقت ان قواعد پر عمل کرتے رہے، اگرچہ یہ قواعد اس وقت تک مدون نہیں ہوئے تھے، ان کو پہلی مرتبہ امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) نے اپنی کتاب ''الرسالۃ'' میں ذکر کیا اور اس میں درج ذیل امور کو ملحوظ رکھا، جیسے مرد وعورت دونوں کی حدیث قبول کی جائے گی، جن کی روایت قبول کی جائے گی ان کے اوصاف

بھی بیان کیے جائیں گے، غیر مدلس کی روایت عنعنہ کو قبول کیا جائے گا، اگر مدلس، تحدیث کے صیغے کے ساتھ روایت کرے تو اس کی یہ روایت قابل قبول ہوگی، جو راوی روایت حدیث میں کثرت سے غلطی کرتا ہو اس کی خبر رد کردی جائے گی اور راوی کی عدالت کا جاننا ضروری ہوگا وغیرہ۔ (۱۴)

اس فن کے بعض قواعد کتب حدیث میں بھی پائے گئے ہیں، مثال کے طور پر "صحیح البخاری" میں بعض ابواب کے تراجم اس طرح ہیں:

باب قول المحدث: حدثنا و أخبرنا، باب ما یذکر فی المناولة، باب متی یصح سماع الصغیر، باب الخروج فی طلب العلم، الحرص علی الحدیث اور باب کتابة العلم وغیرہ۔

امام بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) نے اپنی "صحیح" میں متعدد جگہوں پر اس فن سے متعلق بعض اصول کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے، جیسے زیادت ثقہ، متابعات اور کئی جگہوں پر غریب الفاظ کی بھی تشریح کی ہے اور کہیں پر اختلاف روایات کے ذکر کا بھی اہتمام کیا ہے وغیرہ۔

امام مسلمؒ (متوفی ۲۶۱ھ) نے بھی اپنی "صحیح" کے قیمتی مقدمے میں چند اصول بیان کیے ہیں، مثلاً حاملین حدیث کی طبقات میں تقسیم، "منکر" حدیث کو جاننے کا طریقہ، زیادت ثقہ، روایت کے آداب، دین میں سند کا مقام وحیثیت، جرح، غیبت کی تعریف میں نہیں آتی اور حدیث معنعن اور اس سے صحت استدلال وغیرہ۔

اسی طرح "جامع الترمذی" میں بھی اس قسم کے بعض اصول موجود ہیں اور اس کے علاوہ امام ترمذیؒ (متوفی ۲۷۹ھ) نے "العلل الصغیر" (جو در اصل جامع الترمذی ہی کا مقدمہ ہے) میں بھی جرح و تعدیل، سند کی اہمیت، ضعیف راویوں سے روایت کب قابل حجت ہوگی اور کب نہیں، روایت بالمعنی، بعض کبار محدثین کے مراتب، اخذ حدیث و ادائے حدیث کی شکلیں، حدیث مرسل کا حکم اور اپنی کتاب میں موجود خاص اصطلاح "حدیث حسن غریب" سے مراد وغیرہ جیسے اہم مباحث کا ذکر کیا ہے، اس رسالے کو مولانا سلمان حسینی ندوی صاحب نے پہلی مرتبہ مستقل رسالے کی شکل میں اپنی تعلیقات کے ساتھ "مقدمۃ سنن الترمذی" کے نام سے شائع کیا تھا، جسے احقر نے از سر نو تحقیق اور چند مفید تعلیقات کے ساتھ "المدخل الی دراسۃ جامع الترمذی"

کے نام سے ''دار ابن کثیر'' (دمشق) سے حال ہی میں شائع کیا ہے، اس میں احقر کا امام ترمذی کے اس رسالہ میں مذکورہ علوم حدیث سے متعلق مباحث پر ایک تحقیقی مقدمہ بھی ہے۔

امام ابوداؤدؒ (متوفی ۲۷۵ھ) نے بھی اپنی سنن (سنن ابی داؤد) میں ان اصول کو حسب موقع جگہ جگہ ذکر کیا ہے جس کے اکثر مباحث ان کے کتابچہ ''رسالہ الی اهل مکة'' میں بھی آچکے ہیں، جس کو شیخ عبدالفتاح ابوغدة (متوفی ۱۴۱۷ھ) نے اپنی تحقیق و تعلیقات کے ساتھ اپنی کتاب ''ثلاث رسائل فی مصطلح الحدیث'' میں شامل کر کے شائع کیا ہے۔

اس مرحلے میں علوم حدیث کی بعض اقسام جیسے غریب الحدیث، مشکل الحدیث، ناسخ الحدیث ومنسوخه، علل الحدیث اور معرفة الرواة پر مستقل الگ الگ کتابیں لکھی گئیں جن میں اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱- غریب الحدیث : از ابوعبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ)۔
۲- الثقات : از ابوحاتم محمد بن حبان البُستی (متوفی ۳۵۴ھ)۔
۳- الضعفاء : از امام محمد بن اسماعیل البخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔
۴- الضعفاء والمتروکون: از امام احمد بن علی بن شعیب النسائی (متوفی ۳۰۳ھ)۔
۵- الطبقات الکبریٰ : از محمد بن سعد کاتب الواقدی (متوفی ۲۳۰ھ)۔
۶- الناسخ والمنسوخ : از ابوبکر محمد بن الاثرم (متوفی ۲۶۱ھ)۔
۷- مختلف الحدیث : از امام محمد بن ادریس الشافعی (متوفی ۲۰۴ھ)۔
۸- شرح مشکل الآثار : از امام ابوجعفر احمد بن سلامة الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ)۔
۹- العلل : از امام علی بن عبداللہ المدینی (متوفی ۲۳۴ھ)۔
۱۰- العلل و معرفة الرجال : از امام احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) وغیرہ۔

دوسری صدی کے اواخر میں مستقل ابواب کی شکل میں علوم حدیث کے بعض مباحث پر تالیفی کام کی ابتدا ہوئی، اس میں سبقت امام بخاریؒ کے استاذ امام علی ابن مدینیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) کو حاصل ہے، جنہوں نے علوم حدیث کے متعدد فنون و اقسام پر کتابیں تالیف فرمائیں، جن کا ذکر حاکم نیساپوریؒ نے ''معرفة علوم الحدیث'' میں بڑی تفصیل سے کیا ہے۔

مصطلح حدیث پر تصنیف وتالیف کا آغاز: تیسری صدی کے اختتام تک علما اس علم کے اصول وقواعد کی تدوین کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے رہے، یہاں تک کہ چوتھی صدی ہجری (جو مختلف اسلامی علوم ومعارف کی ترقی کے عروج پر تھی) کے نصف میں مصطلحات حدیث پر باقاعدہ تالیفی کام شروع ہوا، اس زمانے کے چند بڑے علمانے اس علم سے متعلق کئی عمدہ کتابیں تالیف کیں جن میں قابل ذکر مندرجہ ذیل مولفین کی کتابیں ہیں:

۱- امام ابومحمد الحسن بن خلاد الرامہرمزی (متوفی ۳۶۰ھ) کی المحدث الفاصل بین الراوی والواعی جو حدیث کی سماعت وروایت کے اصول وآداب پر لکھی گئی، فنی اعتبار سے پہلی کتاب ہے لیکن مولف اس کتاب میں مصطلح حدیث کی تمام بحثوں کا احاطہ نہیں کرسکے، کیوں کہ جو شخص بھی کسی فن وعلم میں پہلی کتاب لکھتا ہے وہ موضوع کے مکمل احاطہ واستیعاب سے قاصر رہتا ہے، اس کے باوجود متقدمین کے ہاں اس کتاب کو ایک مستقل بنیادی حیثیت حاصل رہی، بعد کے علمانے اسی منہج پر اپنی کتابیں مدون کیں، یہ کتاب استاذ محترم ڈاکٹر محمد عجاج خطیب کی تحقیق کے ساتھ "دارالفکر" دمشق سے پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

۲- اس کے بعد ابوعبداللہ حاکم نیساپوریؒ (متوفی ۴۰۵ھ) کی شخصیت کا ظہور ہوا، انہوں نے معرفة علوم الحديث وكمية أجناسه کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی، جو مصطلح حدیث میں منظم طریقہ سے لکھی جانے والی پہلی کتاب کہلائے جانے کی مستحق ہے، جس میں مولف نے اس علم کی پچاس قسمیں بیان کی ہیں لیکن انہوں نے بھی بہت سی بحثوں کو مرتب نہیں کیا اور نہ ہی اس کو کوئی مناسب فنی ترتیب دی، یہ کتاب پہلی مرتبہ ڈاکٹر معظم حسین کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ مدینہ منورہ کے "المكتبة العلمية" سے شائع ہوئی۔

۳- ان کے بعد ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ) نے حاکم کی اس کتاب پر استدراک کرتے ہوئے جو بحثیں حاکم سے رہ گئی تھیں، ان کا اپنی کتاب المستخرج على معرفة علوم الحديث میں ذکر کیا ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔

۴- پھر ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب البغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) کا دور آیا جو ایک زبردست عالم، محدث، فقیہ اور اصولی تھے، انہوں نے بھی الكفاية في علم

الروایة اور الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع کے نام سے دو کتابیں تحریر فرمائیں، پہلی کتاب مصطلح حدیث کے مسائل سے بھرپور اور روایت کے قواعد کے بیان سے مملو ہے، اس کا شمار اس فن کے اہم ترین مصادر میں ہوتا ہے، یہ کتاب پہلی دفعہ شیخ عبدالرحمان المعلمی کی تحقیق کے ساتھ ''دائرۃ المعارف'' حیدرآباد سے شائع ہوئی، پھر کئی علما و محققین نے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ اس کو شائع کیا ہے۔

دوسری کتاب میں خطیب بغدادی نے حدیث کی روایت سے متعلق بحث کی ہے، یہ اپنے موضوع کی منفرد کتاب ہے، اس میں انہوں نے روایت و سماعت کے متعلق ضروری اصول و قواعد ذکر کیے ہیں، یہ کتاب ڈاکٹر محمود طحان کی تحقیق سے دو جلدوں میں ''مکتبۃ المعارف'' ریاض سے شائع ہوئی، خطیب بغدادی کے بعد آنے والے علما ان ہی کی کتابوں سے مستفید ہوتے رہے، خطیب نے ان دو کتابوں کے علاوہ علم حدیث سے متعلق ہر فن میں سوائے چند کے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

۵-قاضی عیاض بن موسی الیحصبی (متوفی ۵۴۴ھ) نے ایک کتاب الإلماع الی معرفة أصول الرواية وتقييد السماع کے نام سے تصنیف فرمائی، جس کے اکثر مباحث روایت و سماعت اور اس کے اصول و قواعد پر مبنی ہیں، نظم و ترتیب کے اعتبار سے یہ اپنے فن کی بہت عمدہ کتاب ہے، اسے ''دارالتراث'' قاہرہ نے احمد صقر کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے۔

۶-اخیر میں ابوحفص عمر بن عبدالمجید المیانجی (متوفی ۵۸۰ھ) نے ایک مختصر رسالہ مالا یسع المحدث جهله کے نام سے تصنیف کیا جو صرف سات صفحات پر مشتمل ہے، جس میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ حدیث کی چند مصطلحات کی تعریف کی ہے، جسے شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ نے اپنی تحقیق کے ساتھ علوم حدیث سے متعلق چند دوسرے رسائل کے ساتھ شامل کر کے ''خمسة رسائل فی علوم الحديث'' کے نام سے شائع کیا ہے۔

مصطلح حدیث کی تکمیل اور اس پر جامع تالیفات: مصطلح حدیث پر باقاعدہ تالیفی کام کا اصل سہرا تو رئیس الاصولیین والمحدثین ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمان الشہرزوری المعروف بابن صلاح (متوفی ۶۴۳ھ) کے ہی سر بندھتا ہے، جنہوں نے علم حدیث پر لکھی گئیں متقدمین کی کتابوں سے

استفادہ کر کے معرفة أنواع علوم الحديث (المعروف بمقدمة ابن الصلاح) جیسی بے نظیر کتاب لکھی، جس میں انہوں نے علم حدیث کی ۶۵ قسمیں بیان کیں، اس طرح سابقہ کتابوں میں جو باتیں رہ گئیں تھیں وہ اس میں جمع ہوگئیں لیکن وہ بھی اسے مناسب ترتیب اور اصول پر مرتب نہ کر سکے، کیوں کہ انہوں نے اس کتاب کو اپنے شاگردوں کے لیے بہ تدریج املا کرایا تھا، اس کے باوجود یہ بعد میں آنے والے علما کے لیے ایک عظیم مرجع ثابت ہوئی، اسے استاذ محترم شیخ نور الدین عتر نے اپنی عمدہ تحقیق و تعلیقات کے ساتھ ''دار الفکر'' دمشق سے شائع کروایا ہے اور بعض دیگر محققین کے ساتھ بھی یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

بعد میں اس کتاب کے بہت اختصارات کیے گئے اور متعدد علما نے اس پر حواشی بھی لکھے اور اس کو منظوم بھی کیا گیا جن میں سے چند قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں:

مقدمہ ابن الصلاح کے چند مختصرات: ۱- سب سے پہلے امام ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی دمشقی (متوفی ۶۷۶ھ) نے مقدمہ ابن الصلاح کو التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير والنذير کے نام سے نہایت عمدگی سے اختصار کیا لیکن بعض مقامات پر عبارت میں کہیں کہیں پیچیدگی پائی جاتی ہے، اس کتاب کو ڈاکٹر مصطفی بغا نے تحقیق کر کے ''دار العلوم الانسانیۃ'' دمشق سے شائع کیا۔

بعد میں امام نووی کی اسی کتاب کو حافظ جلال الدین عبد الرحمان بن ابی بکر سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے شرح فرما کر اس کا نام تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي رکھا، جس میں مولف نے فن و موضوع سے متعلق بہت سے فوائد جمع کیے، یہ پہلی مرتبہ شیخ عبد الوہاب عبد اللطیف کی تحقیق کے ساتھ مدینہ منورہ کے ''المکتبۃ العلمیۃ'' سے شائع ہوئی۔

پھر امام نووی نے مقدمہ ابن الصلاح کا ایک اور اختصار إرشاد طلاب الحقائق الى معرفة سنن خير الخلائق ﷺ کے نام سے کیا جسے شیخ نور الدین عتر نے اپنی تحقیق و تعلیقات کے ساتھ دمشق میں شائع کیا، یہ کتاب مبتدئین کے لیے متقدمین کی کتابوں میں نہایت ہی مفید اور بہت آسان ہے اور اس وقت عالم عرب کے دینی مدارس کے نصاب میں بھی داخل ہے۔

۲- ابو اسحاق ابراہیم بن محمد المکی الرضی الطبری (متوفی ۷۲۲ھ) نے ایک کتاب الملخص

فی علوم الحدیث کے عنوان سے تالیف کی، جس میں انہوں نے مقدمۃ ابن الصلاح کی تلخیص کی ہے۔

۳- بدرالدین محمد بن ابراہیم بن سعداللہ بن جماعہ کنانی المشہور بابن جماعہ (متوفی ۷۳۳ھ) نے بھی مقدمۃ ابن الصلاح کی تلخیص کی جو المنہل الروی فی علوم الحدیث النبوی کے نام سے معروف ہے اور یہ محی الدین عبدالرحمان رمضان کی تحقیقات کے ساتھ "دارالفکر" دمشق سے شائع ہو چکی ہے، بعد میں اسی کتاب کی شرح ابن جماعہ کے پوتے عزالدین محمد بن ابی بکر بن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے المنہج السوی فی شرح المنہج الروی کے نام سے کی۔

۴- علی بن عثمان الماردینی الحنفی المعروف بابن العلاء الترکمانی (متوفی ۷۵۰ھ) نے مختصر ابن الصلاح کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جو غیر مطبوعہ ہے۔

۵- مشہور مفسر و مورخ ابن کثیر عمادالدین اسماعیل بن عمر الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) نے بھی ایک کتاب اختصار علوم الحدیث کے نام سے تالیف فرمائی جس کی شرح مصر کے مشہور عالم دین و محقق علامہ احمد محمد شاکرؒ (متوفی ۱۳۷۷ھ) نے الباعث الحثیث فی شرح اختصار علوم الحدیث کے نام سے کی، جس میں انہوں نے حدیث کی بہت سے پیچیدہ مصطلحات کی آسان شرح بھی کی ہے، یہ کتاب استاذ محترم ڈاکٹر بدیع سید لحام کی تحقیق سے "دارالسلام" ریاض سے بارہا شائع ہو چکی ہے۔

۶- المقنع فی علوم الحدیث از ابن الملقن سراج الدین ابو حفص عمر بن علی انصاری (متوفی ۸۰۴ھ)، انہوں نے بھی اس نام سے مقدمۃ ابن الصلاح کا اختصار کیا جو شیخ عبداللہ یوسف جدیع کی تحقیق سے "دارفواز" (احساء) سے شائع ہو چکی ہے۔

۷- الخلاصۃ فی معرفۃ الحدیث از شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی (متوفی ۷۴۳ھ)، یہ مقدمۃ ابن الصلاح کی نہایت ہی مختصر تلخیص ہے، شیخ صبحی سامرائی کی تحقیق سے یہ کتاب بغداد سے شائع ہو چکی ہے۔

مقدمہ ابن الصلاح پر لکھے گئے چند استدراکات و حواشی: جنہوں نے "مقدمہ ابن الصلاح" کا استدراک کیا اور اس پر حواشی لکھے وہ حسب ذیل ہیں:

۱-ابو محمد عبدالمومن بن خلف الشافعی شرف الدین دمیاطی (متوفی ۷۰۵ھ)۔

۲-شیخ الاسلام سراج الدین ابو حفص بلقینی (متوفی ۸۰۵ھ)، انہوں نے مقدمة ابن الصلاح کو محاسن الاصطلاح فی تضمین کتاب ابن الصلاح کے نام سے مختصر کیا اور اس میں چند مفید اضافات بھی کیے، جسے مصر کی مشہور ماہر اسلامیات و ادیبہ ڈاکٹر عائشہ بنت عبد الرحمان نے تحقیق کر کے مقدمة ابن الصلاح کے ساتھ قاہرہ کی ''الهیئة العامة'' سے شائع کیا۔

۳-مغلطای بن قلیج حنفی (متوفی ۷۶۲ھ) نے بھی چند استدراکات إصلاح ابن الصلاح کے نام سے تحریر کیے جو کہ مفقود ہے۔

۴-بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی شافعی (متوفی ۷۹۴ھ) نے النکت علی ابن الصلاح کے نام سے چند فوائد لکھے ہیں جو ڈاکٹر زین العابدین بن محمد بلافریج کی عمدہ تحقیق سے ''دار اضواء السلف'' ریاض سے شائع ہو چکی ہے۔

۵-زین الدین العراقی ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین (متوفی ۸۰۶ھ) نے التقیید والإیضاح لما أُطلق وأُغلق من کتاب ابن الصلاح کے نام سے استدراکات و حواشی لکھے جو حال ہی میں ڈاکٹر اسامہ بن عبداللہ خیاط (امام و خطیب مسجد حرام) کی عمدہ تحقیق و تعلیقات کے ساتھ ''دار البشائر الاسلامیہ'' بیروت سے شائع ہوئی۔

۶-حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) نے الإفصاح بتکمیل النکت علی ابن الصلاح کے نام سے نہایت عمدہ استدراکات لکھے ہیں، جسے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی ''المجلس العلمی'' نے شیخ ربیع بن ہادی عمیر مدخلی کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا۔

مقدمہ ابن الصلاح پر لکھے گئے چند منظومات: بعض علما نے مقدمہ ابن الصلاح کو منظوم بھی کیا، جیسے:

۱-ابو عبداللہ محمد بن احمد بن خلیل بن سعادہ خوینی شافعی (متوفی ۶۹۳ھ) نے مذکورہ کتاب کو أقصی الامل والسول فی علوم أحادیث الرسول کے نام سے (۱۶۰۰) اشعار میں منظوم کیا ہے، یہ کتاب منظومہ خلیل کے نام سے معروف ہے، صاحب کتاب ابن الصلاح کے شاگرد بھی ہیں۔

۲- زین الدین العراقی عبدالرحیم بن الحسین (متوفی ۸۰۶ھ) نے چند اضافات کے ساتھ مقدمہ ابن الصلاح کو نظم الدرر فی علم الأثر کے نام سے منظوم کیا جو ألفية العراقی کے نام سے مشہور ہے، پھر خود ہی اس کی دو شرحیں (مختصر و مطول) لکھیں، مختصر مراکش اور مصر میں شائع ہو چکی ہے، اسی شرح پر برہان الدین البقاعی (متوفی ۸۸۵ھ) نے ایک حاشیہ النکت الوفية بما فی شرح الألفية لکھا، اسی طرح قاسم بن قطلو بغا نے بھی اس پر ایک حاشیہ لکھا ہے۔

بعد میں حافظ عبدالرحمان سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) نے عراقی کے اس منظومہ کو فتح المغیث فی شرح ألفية الحدیث کے نام سے لکھا جو مصطلح حدیث پر تالیف کردہ کتابوں میں علمی مواد و فوائد کے اعتبار سے زیادہ مفصل اور جامع کتاب ہے اور محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمی کی تصحیح کے ساتھ شائع ہو چکی ہے، سخاوی کے بعد الشیخ زکریا انصاری (متوفی ۹۲۸ھ) نے بھی فتح الباقی لشرح ألفية العراقی کے نام سے شرح لکھی، یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے، ان کے بعد متعدد علما نے اس منظومہ کی شرحیں لکھی ہیں۔

۳- جلال الدین السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے حافظ عراقی کے مذکورہ منظومہ کے طرز پر اپنے اضافات کے ساتھ ایک نظم بھی لکھی، بعد میں انہوں نے خود اس کی شرح البحر الذی زجر فی شرح ألفية الأثر کے نام سے کی، جسے وہ مکمل نہ کر سکے، اسے بعد میں علامہ احمد محمد شاکر کی شرح کے ساتھ مصر میں شائع کیا گیا۔

مقدمہ ابن الصلاح کے بعد مصطلح حدیث پر تالیف کردہ مستقل کتابیں: حافظ ابن صلاح کے بعد جن علما نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، انہوں نے ان ہی کے منہج و اسلوب کو اختیار کیا لیکن بعض علما نے تصنیف و تبویب میں دوسرا راستہ بھی اپنایا، یہاں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- تقی الدین محمد بن علی بن دقیق العید (متوفی ۷۰۲ھ) نے ایک کتاب الاقتراح فی بیان الاصطلاح کے نام سے تصنیف کی، مصطلح حدیث میں یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے، جیسا کہ اس کی واضح مختصر عبارات سے نمایاں ہوتا ہے، کتاب میں مصطلحات کی عمدہ تلخیص کی وجہ سے اس فن کے علما نے اس کتاب پر بہت اعتماد کیا، اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے زین الدین عراقی نے (۴۲۷) اشعار میں اس کو بھی منظوم کیا، ان کے بعد مصنف ابن دقیق العید کے فرزند

ابوزرعہ (متوفی ۸۲۶ھ) نے متفرق جگہوں پر اس کی شرح کی، پھر محمد بن عبدالرحمان سخاویؒ نے اس کی شرح کر کے اس کا نام الإیضاح فی شرح نظم العراقی للاقتراح رکھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابن دقیق العید نے اس کتاب میں علوم حدیث سے متعلق اپنی چند آرا کا بھی ذکر کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مصنف محض ایک ناقل یا مقلد ہی نہیں ہیں بلکہ ان کی ایک ذاتی رائے بھی ہے، اس کتاب کو ڈاکٹر عامر حسن صبری نے اپنی عمدہ تحقیق وتعلیقات کے ساتھ ''دارالبشائر الاسلامیہ'' بیروت سے شائع کیا ہے۔

۲- السید الشریف علی بن محمد بن علی حسینی جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) نے مختصر فی علوم الحدیث کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس پر ایک عمدہ شرح فخر الہند مولانا عبدالحیٔ لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) نے ظفر الأمانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی فی مصطلح الحدیث کے نام سے لکھی، جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

۳- سراج الدین بن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے التذکرۃ فی علوم الحدیث کے عنوان سے ایک مختصر کتاب لکھی، علی حسن علی عبدالحمید نے اپنی تحقیق کے ساتھ ''دارعمان'' عمان (اردن) سے اسے شائع کیا۔

۴- محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیر الصنعانی (متوفی ۸۴۰ھ) نے تنقیح الأنظار کے نام سے ایک جامع دقیق متن لکھا، پھر امیر محمد بن اسماعیل صنعانی (متوفی ۱۱۸۲ھ) نے توضیح الأفکار کے نام سے اس کی ایک عمدہ شرح لکھی جس میں انہوں نے جگہ جگہ علمائے زیدیہ کے مذاہب کا بھی ذکر کیا، جو مصر کے مشہور عالم وممتاز محقق شیخ محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق وتعلیقات کے ساتھ ''مکتبۃ الخانجی'' قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔

۵- حافظ احمد بن علی بن محمد بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے نخبۃ الفکر فی مصطلح أھل الأثر کے نام سے ایک مختصر و جامع متن لکھا جو ترتیب کے اعتبار سے مختصرات میں سب سے زیادہ مفید اور عمدہ ہے، اس میں تقسیم و ترتیب کے طریقے کے اعتبار سے وہ پچھلے مصنفین پر سبقت لے گئے، پھر انہوں نے خود اس کی شرح نزھۃ النظر کے نام سے لکھی، شام کے مشہور عالم دین و محقق شیخ نورالدین عتر نے دونوں کو یکجا کر کے اس کی تحقیق اپنی عمدہ تعلیقات

کے ساتھ شرح النخبة نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر کے نام سے شائع کیا، اسی طرح دیگر علمانے بھی اپنی تحقیق وتعلیق کے ساتھ یہ کتاب شائع کی ہے لیکن شیخ عتر کی تحقیق والانسخہ افادی حیثیت سے سب سے اہم ہے، اس کے بعد متعدد علمانے نزهة النظر کی کئی شرحیں لکھیں، جن میں قابل ذکر عبداللہ بن الحسین سمین عدوی (متوفی ۱۳۰۹ھ) کی لقط الدرر اور کمال الدین شمنی کے اس پر حواشی اور نورالدین ابوالحسن علی بن سلطان محمد الہروی الحنفی المشہور بہ علی القاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) کی مصطلحات أهل الأثر علی شرح نخبة الفکر اور محمد اکرم ابن عبدالرحمان نصرپوری سندھی (متوفی ۱۲۵۷ھ) کی إمعان النظر بشرح نخبة الفکر ہیں، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کی شرح بھی نہایت اہم ہے، اسی طرح علامہ عبدالرؤف مناوی کی شرح الیواقیت والدرر بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

علم مصطلح حدیث پر لکھے گئے بعض منظومات: بعض علمانے اس فن کو منظوم کرنے میں ایک انوکھا راستہ بھی اپنایا، جیسے:

۱- حافظ شہاب الدین احمد بن فرج اندلسی (متوفی ۶۹۹ھ) نے غرامی صحیح کے نام سے ایک قصیدہ لکھا، جس میں علوم حدیث کی تمام قسمیں بیان کیں، بعد کے علمانے اس کی شرحیں بھی لکھیں ہیں جن میں قابل ذکر دمشق کے مشہور محدث علامہ محمد بدرالدین بن یوسف حسینی (متوفی ۱۳۴۵ھ) کی شرح ہے۔

۲- عمر بن محمد فتوح بیقونی دمشقی (متوفی ۱۰۸۰ھ) نے (۳۴) اشعار میں حدیث کی تمام اہم قسموں کو منظوم کیا جو المنظومة البيقونية کے نام سے مشہور ومتداول ہے، اس کا شمار مفید اور مشہور مختصرات میں ہوتا ہے، اس کی کئی شرحیں لکھی گئیں جن میں مشہور وقابل ذکر شرح حلب کے مشہور ومعروف عالم، مفسر ومحدث شیخ عبداللہ سراج الدین (متوفی ۱۴۲۲ھ) نے کی ہے جو مبتدین کے لیے نہایت مفید ہے۔

عصر جدید میں مصطلح حدیث پر علما کی خدمات: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کی حفاظت کے لیے ہر زمانے میں ایسی شخصیات کو وجود بخشا، جنہوں نے اس خوش گوار فریضے کو دل وجان سے ادا کیا اور دشمنوں کے مکر وفریب سے اس کو بچایا، ہمارا زمانہ بھی ایسے علما سے خالی

نہیں رہا، ان میں سے چند خوش نصیب اہل فضل وکمال کی اہم کتابوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

۱-توجیہ النظر الی علوم الاثر از علامہ شیخ طاہر جزائری دمشقی (متوفی ۱۳۳۸ھ)، انہیں اگر اس فن کا خاتم المولفین کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، انہوں نے حاکم نیساپوری کی معرفة علوم الحدیث و کمیة أجناسه اور مقدمة ابن الصلاح دونوں کو اپنی اس کتاب کا جامع بنایا اور خود بھی بہت سے نفیس افادات کا اس میں اضافہ کیا ہے اور علوم حدیث کے بعض پیچیدہ مسائل و ابحاث کی خوب وضاحت اور تحقیق کی ہے، یہ کتاب شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں "مکتبة المطبوعات الاسلامیہ" حلب سے شائع ہو چکی ہے۔

۲- قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث از علامة الشام شیخ محمد جمال الدین قاسمی (متوفی ۱۳۳۲ھ)، یہ کتاب اپنی ترتیب و تبویب اور تہذیب کے لحاظ سے بڑی خوبیاں رکھتی ہے اور یہ فن میں موجودہ مولفین کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے، حال ہی میں اس کا ایک تحقیق شدہ عمدہ ایڈیشن صدیق محترم مصطفی شیخ مصطفی کے اہتمام سے "موسسة الرسالہ" بیروت سے شائع ہوا۔

۳-علوم الحدیث و مصطلحه از ڈاکٹر صبحی صالح (متوفی ۱۴۰۳ھ)، اس کتاب میں فاضل مصنف نے مصطلح حدیث سے متعلق اس قدر معلومات و مباحث پیش کیے ہیں کہ شاید ہی دوسرے معاصر کی کتابوں میں موجود ہوں، یہ کتاب علمی حلقوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی گئی اور متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہوا، یہ "دارالعلم للملایین" بیروت سے بارہا شائع ہو چکی ہے۔

۴-الوسیط فی علوم الحدیث از شیخ محمد بن محمد ابو شہبہ (متوفی ۱۴۰۳ھ)، علوم حدیث میں لکھی جانے والی کتابوں میں یہ ایک جامع اور عمدہ کتاب ہے، فاضل مولف نے جامعہ ازہر اور مدینہ یونی ورسٹی میں اپنے علوم حدیث کے تدریسی تجربوں کی روشنی میں یہ کتاب تالیف کی ہے، سعودیہ سے یہ متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

۵-لمحات فی اصول الحدیث از ڈاکٹر محمد ادیب صالح، دراصل اس کتاب کے مباحث مولف کے ان محاضرات کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے کلیة الشریعہ، جامعہ دمشق میں علم حدیث سے متعلق دیے تھے، یہ کتاب عام فہم اور مفید مباحث پر مشتمل ہے، اور "المکتب الاسلامی" بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔

(20)

۶- اصول الحدیث علومه و مصطلحه از استاد محترم ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب، اس کتاب میں مولف نے ہر مصطلح کی جامع ترین تعریف لکھی ہے، کتاب کے شروع میں تدوین حدیث پر بڑی عمدہ بحث ہے اور اس کے اخیر میں صحابہ وتابعین کے تذکرے بھی خوب ہیں، ''دار الفکر'' دمشق سے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

۷- تیسیر مصطلح الحدیث از ڈاکٹر محمود طحان، اس موضوع پر عصر حاضر کی تالیفات میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی، مولف نے اس کتاب میں ہر بحث کی مختصر اور جامع تقسیم کی، تاکہ طلبا کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہو اور ہر بحث کو تعریف و مثال وغیرہ سے عام فہم انداز میں پیش کیا اور اختصار سے اس فن کی تمام بحثوں کا احاطہ کیا، کتاب کی تبویب وترتیب میں مولف نے حافظ ابن حجر کی نخبة الفکر سے استفادہ کیا ہے اور یہ کتاب ''مکتبة المعارف'' ریاض سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

۸- الإیضاح فی علوم الحدیث والاصطلاح از استاذان محترمان ڈاکٹر مصطفیٰ سعید خن و ڈاکٹر السید بدیع اللحام، یہ حال ہی میں شائع ہونے والی کتابوں میں ایک مفید اور جامع کتاب ہے، اس میں علم مصطلح حدیث کا بہ خوبی احاطہ کیا گیا ہے، موضوع کی ترتیب جدید ہے لیکن عبارتیں متقدمین کی ہی ہیں، یہ کتاب ''دار القلم الطیب'' دمشق سے طبع ہو چکی ہے۔

جدید طرز پر مرتب کردہ چند اہم کتابیں: بعض مولفین نے اصول حدیث میں ترتیبی طریقہ کو اپنایا ہے اور انہوں نے اصول حدیث کی کئی قسمیں کیں، جیسے علوم الروایة، علوم الرواة، رد و قبول کے اعتبار سے حدیث کی انواع، علوم متن، علوم السند، متن وسند کے درمیان مشترک علوم وغیرہ، اس طرز پر لکھی ہوئی اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- المنهج الحدیث فی علوم الحدیث از علامہ شیخ محمد بن محمد سماحی (متوفی ۱۴۰۴ھ)، جدید طرز پر علوم حدیث کو مرتب کرنے کی اولیت اسی کتاب کے فاضل مولف کو ہے، جنہوں نے بڑی عمدگی سے علوم روایہ و درایہ کو دو جلدوں میں تقسیم کرکے ہر ایک کی بڑی مفصل تعریف کی ہے، س کتاب کا پہلا ایڈیشن مولف نے قاہرہ سے شائع کروایا تھا، اس کے بعد دوبارہ شائع نہ ہو سکی۔

۲- منهج النقد فی علوم الحدیث از استاذ محترم ڈاکٹر شیخ نور الدین عتر، اس طرز پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب سب سے زیادہ مقبول اور متداول ہے، یہ کتاب "دار الفکر" دمشق سے طبع ہو چکی ہے۔

۳- المنهج الحدیث فی علوم الحدیث از ڈاکٹر شرف قضاۃ (مطبوعہ الادیمیون للنشر عمان، اردن)۔

۴- المنهج الحدیث فی تسهیل علوم الحدیث از ڈاکٹر علی نایف بقاعی (مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت) مبتدئین کے لیے یہ نہایت مفید کتاب ہے، جس میں خود مولف نے مصطلح حدیث کی تدریس کے اپنے ذاتی تجربوں کی روشنی میں کتاب تالیف کی ہے۔

مصطلح حدیث پر تیار کیے گئے چند معاجم: علوم حدیث کی اہم مصطلحات کو حروف تہجی کی ترتیب اور معجم کے طرز پر تیار کرنے کا سہرا شام کے مشہور عالم دین و محقق شیخ نور الدین عتر کے سر ہے جنہوں نے دمشق کی مجمع اللغۃ العربیۃ کی خواہش پر اس طرح کی ایک معجم معجم المصطلحات الحدیثیۃ کے نام سے مع فرنچ ترجمے کے تیار کی تھی لیکن ان کا یہ کام اس قدر مختصر تھا کہ وہ اس فن سے ذوق و مناسبت رکھنے والوں میں زیادہ مقبول نہیں ہو سکا لیکن ان کی یہ اولین سعی آئندہ اس طرز پر کام کرنے کے لیے معاون ضرور ثابت ہوئی، ان کے بعد دیگر علمائے حدیث نے بھی اسی نہج پر متعدد معاجم تیار کیں، جو مقبول بھی رہیں، ان میں قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں:

۱- معجم مصطلحات الحدیث از سلیمان مسلم الحراش و حسین اسماعیل الجمل (مطبوعہ مکتبۃ العبیکان، ریاض)۔

۲- معجم المصطلحات الحدیثیۃ از ڈاکٹر محمود طحان، ڈاکٹر عبد الرزاق خلیفہ شائجی اور ڈاکٹر عبد الحلیم عبید (مطبوعہ کلیۃ الشریعہ، جامعۃ الکویت)۔

۳- قاموس مصطلحات الحدیث النبوی از شیخ محمد صدیق منشاوی (مطبوعہ دار الفضیلۃ، قاہرہ)۔

۴- معجم علوم الحدیث النبوی از ڈاکٹر عبد الرحمان بن ابراہیم خمیسی (مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت)۔

۵- معجم المصطلحات الحديثية از ڈاکٹر ابو اللیث خیر آبادی (مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)۔

۶- معجم مصطلحات الحديث ولطائف الأسانيد از ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمان اعظمی (مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت)۔

۷- معجم المصطلحات الحديثية از سید عبد الماجد غوری (مطبوعہ دار ابن کثیر، دمشق)۔

۸- موسوعة علوم الحديث وفنونه از سید عبد الماجد غوری (مطبوعہ دار ابن کثیر، دمشق)۔

مذکورہ بالا کتابوں میں اس طرز پر سب سے زیادہ وسیع و مفصل کام موخر الذکر کتاب میں ہے، جو تین جلدوں میں علوم حدیث کی عام و خاص مصطلحات و رموز پر مشتمل ہے اور اس میں ہر مصطلح کی مفصل علمی تعریف بیان کی گئی ہے، اس کتاب کی پہلی جلد میں مولف کا سو صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ بھی ہے، جس میں "علم مصطلح حدیث" کی تاریخ اور مختلف ادوار میں اس پر لکھی گئی کتابوں کا جامع تعارف ہے۔

عصر قدیم وجدید میں مصطلح حدیث پر علمائے ہند کی تالیفی خدمات: عصر قدیم وجدید میں ہمارے علما کی بھی مصطلح حدیث پر نمایاں تالیفی خدمات رہی ہیں، اگرچہ ان میں اکثر کا کام حافظ ابن حجر کی نخبة الفكر کی شرح پر ہی منحصر رہا لیکن بعض علمانے بعد میں اس فن پر مستقل کتابیں بھی تصنیف کیں، شرح نخبہ پر درج ذیل کام ہوئے ہیں:

۱- شرح على شرح النخبة از شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (متوفی ۹۹۸ھ)۔

۲- إمعان النظر في توضيح نخبة الفكر از شیخ محمد اکرم بن عبد الرحمان سندھی، اس کا شمار "نخبہ" کی بہترین شرحوں میں ہوتا ہے جو مولانا ابو سعید غلام مصطفیٰ کی تحقیق سے شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد (سندھ) سے شائع ہو چکی ہے۔

۳- شرح النخبة از شیخ عبد النبی بن عبد اللہ شطاری گجراتی۔

۴- حاشيه على شرح النخبة از شیخ عبد اللہ بن صابر ٹونکی۔

مصطلح حدیث پر علمائے ہند کی مستقل کتابیں: ۱- المنهج از شیخ نظام الدین بن سیف علوی کاکوروی (متوفی ۹۸۱ھ)۔

23

۲- مختصر فی علوم الحدیث از شیخ سلام بن شیخ الاسلام دہلوی (متوفی ۱۲۲۹ھ)۔

۳- مختصر از نورالاسلام رام پوری۔

۴- مقدمہ فی اصول الحدیث از شیخ عبدالحق دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)، یہ کتاب استاذ محترم حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی صاحب کی تحقیق وتعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی تھی، اسی کو بعد میں چند مزید تعلیقات کے ساتھ احقر نے ''دارابن کثیر'' دمشق سے شائع کیا ہے، اس کتاب کی مولانا نعیم الاحسان مجددی نے بھی ایک شرح لکھی ہے جس کو مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی مرتب کررہے ہیں۔

۵- بلغة الأریب فی مصطلح آثار الحبیب از سید مرتضیٰ بن محمد حسینی بلگرامی زبیدی (متوفی ۱۲۰۵ھ)۔

۶- الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل از شیخ عبدالحئی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ)، ابن ابی حاتم رازی کی تقدمة الجرح والتعدیل کے بعد اس موضوع پر لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے، جس میں مولف نے موضوع کے متعلق ساری اہم بحثوں کو یک جا کردیا ہے۔

۷- ظفر الأمانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی فی مصطلح الحدیث از علامہ عبدالحئی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ)، اس میں مولف نے مصطلح حدیث کے بہت سے ایسے پیچیدہ مسائل سے بحث کی ہے جن میں علما کا اختلاف رہا، مثال کے طور پر عقائد کے علاوہ حدیث ضعیف پر جواز کا عمل، اسماوصفات وغیرہ، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مولف نے مسائل میں بحث کے دوران صرف محدثین کے اقوال پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ فقہا واصولیین کی رائیں نقل کرکے اورفن کی بہت سی قسموں (جیسے حسن، ضعیف، موضوع، مضطرب ومدرج) پر امثال وشواہد کے ذریعے بڑی مفصل بحث کی ہے، اس کتاب کو بہترین تحقیق اور بلند پایہ تعلیق کے ساتھ مولانا تقی الدین ندوی مظاہری نے بیروت سے خوب صورت طباعت کے ساتھ شائع کیا ہے اوراس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

۸- قواعد فی علوم الحدیث از علامہ ظفر احمد تھانوی (متوفی ۱۳۹۴ھ)، دراصل یہ مولف کی مذہب حنفی کی تائید پر مشتمل احادیث کے ایک زبردست موسوعی مجموعہ

اعلاء السنن کا مقدمہ ہے جو اس کے ساتھ انهاء السكن الى من يطالع اعلاء السنن کے نام سے شائع ہوا تھا، پھر اسے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے قواعد فی علوم الحدیث کے نام سے اپنی تحقیق کے ساتھ شائع کیا، اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ مولف نے اس میں جگہ جگہ احناف کے اصول بھی ذکر کیے ہیں۔

۹- مبادیٔ علم الحدیث از علامہ شبیر احمد عثمانی (متوفی ۱۳۶۹ھ)، درحقیقت یہ فتح الملهم فی شرح صحیح مسلم کا مقدمہ ہے، اس کی اکثر بحثیں علامہ طاہر جزائری کی توجيه النظر الى اصول الاثر کے طرز پر ہیں۔

اخیر کی پانچ کتابیں ممتاز محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) کی تحقیق و تدقیق اور عمدہ تعلیقات کے ساتھ ''مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ'' حلب سے شائع ہو چکی ہیں۔

۱۰- علوم الحديث أصيلها ومعاصرها از ڈاکٹر محمد ابواللیث خیرآبادی، مولف نے اس کتاب میں علوم حدیث کو عصری اسلوب میں آسان بنانے کی سعی کی ہے اور اس میں موضوع سے متعلق چند موضوعات کا بھی اضافہ کیا ہے، یہ کتاب مؤسسۃ الرسالۃ (بیروت) سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۱- المدخل الى دراسة علوم الحديث از سید عبدالماجد غوری، علم مصطلح حدیث پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ (۱۴۰۰) صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب ہے، مولف نے اس میں حدیث کے روایت و درایت سے متعلق ہر علم کی جامع تعریف مع مفید امثلہ و شواہد بیان کی ہے اور اس کے متعلق لکھی گئیں مطبوعہ و مخطوطہ کتابوں کا بھی جائزہ لیتے ہوئے تعارف کرایا ہے، یہ کتاب ''دارابن کثیر'' دمشق سے شائع ہو چکی ہے۔

مختصر یہ کہ ''علم مصطلح حدیث'' کا نشوونما عہد اول ہی سے سنت مطہرہ کے وجود سے ہوا، اس نے سنت رسول کی حفاظت کی اور کذب و افترا، تبدل و تغیر اور ہر قسم کی تحریف سے اس کو محفوظ رکھا اور دین سے غیر متعلق چیزوں کو دور کیا، اس مقالہ میں علم مصطلح حدیث سے متعلق صرف عربی زبان میں لکھی گئی کتابوں کا جائزہ لیا گیا ہے، اگرچہ اردو زبان میں بھی اس علم سے متعلق کتابوں کا عظیم ذخیرہ موجود ہے لیکن یہاں اس کا ذکر عمداً نہیں کیا گیا ہے، انشاء اللہ اس موضوع پر مفصل

بحث کسی اگلے شمارے میں کی جائے گی۔

مصادر و مراجع

(۱) فتح الباری (۱/۱۹۳)۔(۲) دیکھیے: فتح الملہم ۔(۳) رواہ البخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، رقم:۹۹۔(۴) علوم الحدیث و مصطلحہ از ڈاکٹر صبحی صالح، ص۱۱۳۔(۵) رواہ البخاری، باب کیف کان بدء الوحی ۔(۶) السنۃ و مکانتھا فی التشریع الاسلامی از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، ص۵۹۔(۷) تدوین حدیث از مولانا مناظر احسن گیلانی، ص۹۔(۸) درس ترمذی از مولانا محمد تقی عثمانی (۱/۲۳-۲۵)۔(۹) توجیہ النظر از شیخ طاہر الجزائری، ص۲۱۔(۱۰) دیکھیے مقدمۃ جامع الاصول (۱/۱۳۰)۔(۱۱) مقدمۃ فتح المغیث، ص۳۔(۱۲) تدریب الراوی (۱/۲۴۵) ۱۳۰ (ایضاً (۲/۲۴۵)۔(۱۴) الرسالۃ از امام شافعیؒ، ص۱۱۶۔